

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تصنیف

قصیدہ جناب مولانا محمد مفتی راجی الانام بریلج الاسلام مولانا اہل عالم اہل سنت علیہ السلام
مولوی احمد رضا خان صاحب یلوی قدس سرہ

نام تاریخی

معراج حضور

تصنیف لطیف

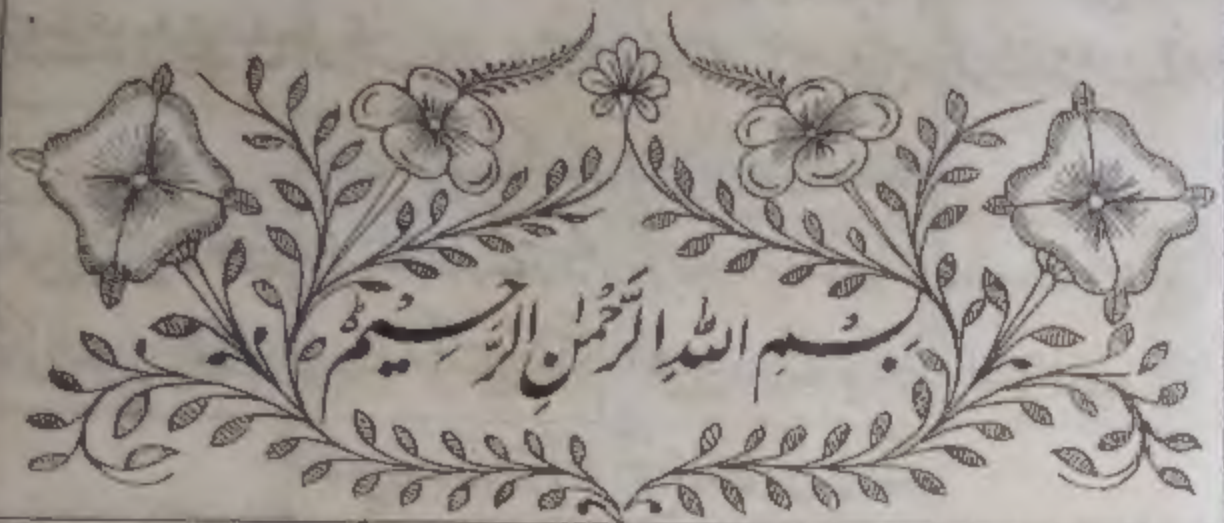
افتخار شریعہ بن جناب مولوی محمد حسن صاحب آشرقادی برکاتی نوری بدایونی

حسب فرمایش

جناب حکیم و اصفت حسین شاہ صاحب قادیان کبریا

با تمام منشی محمد صبغة البرق

در مطبع نامی واقع کان پور طبع گردید



کہیں مبارک کہیں سلاست	کہیں سر کے غلفے تھے	صلوٰۃ کے گیت سنت کی گت	شاکے باجے بجایا ہے تھے
دنیا کی بجا کے نوبت	ملک سلامی آتے تھے	وہ سرور کشور رسالت	جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

تھے نزلے طرح کے سامان، عرب کے مہمان کے لیے تھے

مبارک ہے باغبان مبارک	خدا کرے جاودان مبارک	بہار گل کا آسمان مبارک	عنا دل نغمہ خوان مبارک
زمین سے تا آسمان مبارک	یہاں مبارک ہاں مبارک	بہار ہے شادیاں مبارک	چمن کو آبادیاں مبارک

ملک فلک اپنی اپنی زمین، یہ گھر عنا دل کا بولتے تھے

کہیں فرشتوں کی انجمن میں	مبارک کی گاہی بھین جُورین	کہیں وہ نور اور وہ ضیائیں	جہاں فرشتے بچھائیں انگلیں
وگھارے بھین زالی شانیں	اُس ایک نقشہ کی دُور باتیں	وہاں فلک بیان میں ہیں	جی تھی شادی محی تھیں بھین

ادھر سے اتوار بنتے آتے، ادھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

کچھ ایسی اس شب میں تھی جلی	کہ جا بجا نور کی جھلک تھی	وہ ہر جگہ عالم صفائی	ہوئی تھی عالم کی شیشہ بندی
ضیاء ماہِ غرب جو جھکی	تو روشنی دُور دُور پھیلی	یہ چھوٹ بڑی تھی اُنکے رخ کی	کہ عرش تک پانڈی تھی جھکی

وہ رات کیا جگہ گارہی تھی، جگہ جگہ نصیب سننے تھے

تجلیوں کا وہ رخ پہنرا	ہر مین وہ نور کا شہنا	سجاسجا یا بسا بنایا	خدا کے گھر میں شاہ آیا
نظر سے گذر عجب شا	کہ رنگ پایا یہاں نرالا	نئی دامن کی پھین مین کعبہ	گھر کے ستار سنور کے گھر
چمر کے صدقہ کے ایک تری	مین رنگا کون بنا کے تھے	وہ دوسرے دل کے دل میں دے	وہ دوسرے دل کے دل میں دے
دامن پریشوں کے تقاضے	پہل کے نواہ کے قدم	مگر جاننا وہ اپنے ہر	نظر میں دلہا کے پیارے جلو
تھاکی سرستین آنکھوں کے	چھپانے گوشت مین نواہ	سیاہ پردے کے منہ پہ پھل	تجلی ذات بخت سے تھے
تھا تے داغ الم شائے	بہار شادی کے دن کھائے	نیم عشرت کے گل کھائے	طرب کی خوشبو سے دل بسا
چمن سرست کے لعل	عادل شوق چھپائے	توخی کے بادل منہ کے	دلون کے کھانوں رنگ
وہ نعمت کا سماں تھا	خرم کو خود وہ کے شے تھے	وہ حالت جد بام و در پر	کہ جھومتا تھا فرے میں گھر
خرم کا وہ حسن اور زیور	وہ نعمت شایان بن کر	یہ جھومنا میرا بے رکا نجوم	کہ آ رہا کان پڑھلک کر
وہ عالم کفیت تھا سراسر	کہ ہوش سے سب سے تھے	پھر ہمارے توجہ کے گویا	کہ گویا کون دین بھرے تھے
بہاریت سے گندھ کے آئے	دامن کی خاطر وہ ہر	کہ خلی مستی قرا منک نے	آرا دیے تھے دامن کے
دکھانے خود رنگی نے جلو	سور آنے سے ہر	دامن کے خوشبو سے کپڑے	نیم گستاخ انجلوں سے
غلاب شکیں جو ارماتھا غزال	ناتے ہر بارے تھے	وہ بحر فیض آج تک ہے	اسی سے عالم چمک ہے
پکتے تاروں کا عکس بن	ہوا کچھ اسطرح زیت اقرا	انگادیا جا بجا رستارا	کین سو پہلا کین سنرا
تاروں پر جو اکا تھا ہنرا	وہ منبر محل کا ماشر تھا	سنا کے نہروں نے وہ چمکتا	بہاں آئے وان کلب سنا
کہ جو جین چھڑیاں تھیں	جانبان کے قتل کے تھے	انہا نے مین جو گرا تھا پانی	کون سے تاروں نے بھرے تھے

وہ نور منور سے لعل مین	اگر کے بون کی کج دکھائیں	گلو کی سیر مین ایسا کین	کہ سیر پوشاک عطر کین
وہ طرز شایہ و خوش مین	وہ نچاوا من و سنج نکلین	پہاڑیوں کا وہ حق بون	وہ اونچی چوٹی وہ نماز کین
صبا سے سیر مین لہریں مین	دو پنے مانی چنے ہوئے تھے	تجلی نور حق کا جملوا	رچا ہوا تھا یہاں سراپا
بہاں تھی مانتاب کی کیا	جو نرم عالی مین بار پاتا	پہلک سے زور گوشہ نشا	بنا تھا خورشید ذرہ ذرا
بجو ہم تار نگہ سے کون	قدم قدم فرش بلوے تھے	کمان سے ایل نصیبان	جو چھک وہ بار کہ دکھاؤں
نشافت رنج و غم چھپاؤں	کہ دوزین مستی شاون	عبارتین کر نشا ایوان	کمان بآسن گدڑ کو پاؤں
بہارے دل خور یونکی تمکین	نشتوں کے پر جان بچے تھے	نہ آب نظریں وہ جان عالم	نہ قدسیوں کی وہ نرم عظم
زمین کے کیونکر سے غم	کہ اب کمان ہر ہر خرم	خلی سے صبر جان پر غم	دکھاؤں کیونکر تھے وہ عالم
جب انکو خبر مین لیکے سی	جنان کا دولہا بنا رہے تھے	دہر کرم تھا بڑے غنی کا	وہائی بخشش کا پوچھنا کیا
یہ ہرے ایک یکسا	وہ شئی اللہ کا شور و غوغا	اتار کر آنکے رخ کا صدا	وہ نور کا بٹ ہا تھا بار
کہ چاند سورج محل محل	کہ جین کی خیرات مانگتے تھے	وہ بحر فیض آج تک ہے	اسی سے عالم چمک ہے
فلک جو ایسا دمک ہے	اسی چمک جھلک رہا	وہی تو اب تک چھلک ہے	وہی تو جو بن ٹپک ہے
انہا نے مین جو گرا تھا پانی	کون سے تاروں نے بھرے تھے	اسی کا لٹوی چمک ہے	وہی تو جو بن ٹپک ہے

وہی عیسا بن بن پناہ	وہی تکی ہے شیخ سکن	اُسی سے بن مہر ماہ وشن	اُسی سے ہوئے کئے چکے جو بن
وہ ایک نور دنیا کا قرآن	یہ لے گئے بھر کے جینے امن	بچا جو تلو و کا انکے فطون	بنا وہ جنت کا زمیں امن
جنھوں نے وہ لکائی قرآن، وہ پھیل گزرا نوکے تھے			
منی تھی ساری سیاہ بختی	چمک تھی شتری فلک کی	جی تھیں حوریں چہ تھی دی	کہ ابھی ساعست آفیوالی
گندہ چکاؤ و رنج خاک	ہو اب غم فضا نے فوری	خبر یہ تحویل مسر کی تھی	کہ رت مسانی گھری ہوئی
وہ لکی و شان کی بستان کی، میان کا جو ارجا پکے تھے			
بنے کچھ ایسا وہ بن سکور	کہ بارک اللہ شان اکبر	جلوس کے واسطے مقرر	کیا گیا قد سیدوں کا لشکر
شہانہ تھا زیب جسم نو	کہ نور پر نور تھا سراسر	تجلی حق کا سرہ سرہ	صلوٰۃ و تسلیم کی بچاؤ
نور و یہ قدسی پرست بنا کر، کھڑے سلامی کی واسطے تھے			
وہا ہی ہے یہ دل کی گمن	بشکل سنبل بطر حسن	سناہی لیتے رنگ سون	زبان حال بون شیون
بسانی ہوئی تہا بدن	توہن ہی ہوتا نصیب شن	جو وہیں دان جت خاک شن	پست کے قدر کے تہا شن
مگر بن کیا نصیب میں تو، یہ نامرادی کے دن لکھے تھے			
چمک چمک خضوں کی چمک	دکھن مک ہر کان ہر یک	قدم نہر سے ہوا قافل	کہ بولی نوبت شی حوت صلیت
جلوس پہنچا نہ قرب ملک	کہ گونجا کر دھت ذکر ک	ابھی نہ گئے تھے پشت تک	کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
بعد اشفاق کئے دی ہارک، کہ نہ ستا جنہ سے تھے			
غلاب کا چہرے سے رنگ	تجلی نور حق جملک	وہ چشم خور و ملک جبکنا	ہکا و بھر کر میں مک سک
وہ نہ سے پڑو کہ چمکنا	وہ آتش شوق کا بھرن	عجب تھا رخس کا چمکنا	غزال نم خوردہ سا بھرن
شعاعیں کچے آراہین آہستہ آہستہ چاہتے تھے			

فرشتوں کو حکم تھا کہ جاؤ	یہ بھیڑ چھانو پڑے جاؤ	مگر کسی کا نبی و کھاؤ	فرشتوں کو یہ سناؤ
جو نہ سے مانگو ابھی وہ پاؤ	تم ایک سر بگڑناؤ	جو ہم آئید بے گھاؤ	مراؤن یکرا خچین ہٹاؤ
آدب کی باگین لیے جاؤ، ملا کہ جن یہ غفلت تھے			
ہو ابو خوشید جلو گستر	تو نے چمکائے داد و خسر	پڑھا لیا آسمان نے سر	نور کا خاک پا کے ہسر
یتاب یہ ضرور پائے کیو	کہ ہے وہ ڈرہ یہ مہر نو	انھی جو گرد و زہ منشور	وہ نور رس کا ستار
گھر سے تھے بال سحر تھے بل تھل، نہ کے خجل آبل پیے تھے			
جسمی قسمت نصیب تھی	نہ تھی تقدیر کی سیاہی	مگر یہ گزشت دن تھے باقی	کہ پال جو بھی نہ بات بھی
ارز کر اطلب میں سستی	عجیب اکسیر تھاتی	تم کیا کیسی ست کئی تھی	نورہ خاک لگی گند کی
اٹھنا نہ پا کہ تھکتے تھے پانچ باب و کیت سائے تھے			
سار عالم میں بھون بھونے	ہر دن لکھوں طرح طرح	مگر کہ دن سے یہ بات باتے	نہ ایسے گم بن نہ ایسے پایے
جہان گلشن کی کیا بین تھنے	جہان کے گلزار کے بھی بھنے	بڑھتے نقش پا کے صد تھے	وہ گل کھلنے کے سارے تھے
مکے گلشن ایک گلشن بھرے بھرے ملہا رہے تھے			
پرانے قبلے میں اپنے صباؤ	ہوے جو وہ ششواراؤ	وہاں انھیں قہر کی نہ طراڑے تھے	سب لوہن کا ہر
یہ رمز باقی نہ عقل قاصر	جو یہ نکتہ اسی سے ظاہر	نماز تھے میں تھالی سر	عیان میں مٹی تول آخر
کہ دست بستہ بن تیج حاضر ہو سلطنت آگے کر گئے تھے			
کچھ ایسا عرش زمین بچا تھا	کہ نور کا فرش جا بجا تھا	لہسن یہ ضوان کا شند تھا	بنان کی خیرین سنو تھا
وہ صاف شفاف کو تھا	کہ سارا سامان نیا بنا تھا	یہ آن کی آمد کا وہ بد تھا	بھکا رہے کا ہوا تھا
نجوم و افلاک جامہ دینا، آجاتے تھے گنگا تھے			

وہ گرم حسن صیبا اور کہ سرد جو جس سے مہر محشر
 تو پھر کہاں تاب باہ و آہر کی بکین پیش رخ منور
 نقاب اٹھے وہ مہر نور جلال زسار گریون پر
 عیان تھی شان جمیل اکبر
 کمال پر تھا جلال سرد و عیان تھی شان جمیل اکبر
 فلک کو بیت پر تھی تپتے دھم کے آبلے تھے
 وہ عالم نور سرسبز تھا یہاں ان تھا اور حلاوت تھا
 نہ تر لون تک ہاں فرقا نہ تابش مہر کا گزرتھا
 وہی یہ نور جو شمس پر تھا یہ جو شمس نور کا اثر تھا
 فقط وہی پانہ جلوہ کرتھا کہ آب گوہر کمر کرتھا
 صفایہ زہ سے بچل بھل کر تارے قدون پہنوتے تھے
 بڑے جو آئے کو اور حضرت تو بڑھ گیا اشتیاق قربت
 چلی کچا ایسی ہوا بے لبت جگر گئی آتش محبت
 بر سر گیا لکھ کے ابر حیرت بڑھایہ لکھ کے بحر وحدت
 کہ وصل گیا نام ریگ کثرت
 فلک کے نیلون کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی و بلبلے تھے
 خدا کے پیالے ہی ہاں کیا ہے عیشین خلوق نے
 وہ حسن کیسا دکھاتے جلتے کہ حیرت دونوں جہان جسد
 جتنے تھے وحد کے رنگ سے کہ تھے ہم روز و شب کتنے
 تو ظل رحمت و فرخ کے جلو کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
 نسیمی ز رفعت ووی طلسم یہ تھا نہ سب جو چھاؤں کے تھے
 بدھ سے مگلا وہ جاناں قدم قدم پر کھلے گلستان
 بڑھی تھی یہ خوش بہاران بنے تھے افلاک شکرستان
 عروج پر تھا بھٹی و جوشاں کمان گلشن تھے میکے شایان
 چلا وہ سرد و پکار خزان نہ ترک سکا نہ سے بھی اولان
 ہلک جھپکتی ہی وہ ک کے سبلین ان سے گزرتے تھے
 خوشیوں تھے سطرقدانی کہ شکل تقدیر نے دکھائی
 سرگزر گاہ صفت جبرائی مگر تائب دل برائی
 نہ پاس تک ہو سکی سانی نہ انکو تاب نظارہ لائی
 جھلک سی اک قد سینہ پرائی ہوا بھی داس کی پھر نہ پائی
 سواری دولہا کی تو بونچی بہات میں ہوش ہی گئے تھے

پلے تھے جو ہر کاب خوشی رکاب تھا سے بھر زنیو
 بست تپے کی بہت ٹٹک پو بست تپے کی بہت ٹٹک پو
 رو تھیں انکو سے غم کے آسو تھکے تھے روح الامین کے بازو
 رکاب چھوٹی امیب ٹوٹی نگاہ حسرت کے دلوے تھے
 کسی نے اب تک اس نہ بانا کہ انکا جانا تھا کیسا جانا
 عقل کامل نے اسکو سمجھا نہ وہم طبع گمان میں گنرا
 رسائی عسل و ہم ہو گیا کہ فکر کی تاب کون لاتا
 روش کی گری کو جس نے سوجا دماغ سے اک بھوکا چھوٹا
 خرد کے بگل میں بچول چکا وہ زہر پیر خیل رہے تھے
 بھال کسی جو کوئی سوچے دماغ کیس کا جو کوئی سمجھے
 آئے تھے فہم خرد کے سوٹے حواس بگنے تھے الے
 ہوئے تھے عاجز جانی بچے کو تو ہون سا اور ہوش کس کے
 بھلو میں جو مرغ عقل نے تھے عجبتے حالوں تھے پرتے
 وہ سدہ ہی پر ہے تھے تھکے چڑھا تھا دم توڑ گئے تھے
 سمجھ میں آئے یہ بھید کنوگر کہ ہے قیاس خرد سے باہر
 نکھائے کون مرغ عقل چکر کہ ہے بیان عقل کن شہر
 جو تھے اولی الا بنو تو کہ وہ پہلے ہی گر چکے تھے تھکے
 قوی تھے مرغان ہم کے پر آئے تو اڑنے کو اور دم ہم
 اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے
 وہ کہ ایک دوسرے سے نوید وصل حضور کہتے
 کہ آج ارمان ہوئے پورے گر نیلے قدموں سے پہلے
 یہاں یہ ہوئی ہے چرچے کہ خود بدولت قریب پہنچے
 سنا یا تے میں عرش حق نے کہ بے سہارن تاج والے
 وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے غرور شرف ترے تھے
 وہی میں یہ جنگی شان والا سوا خدا کے کوئی نہ سمجھا
 انھیں کی انھیں کچا ہے صد جو تو نے عسکر و قلابا
 پھر آج تیرا نصیب چھکا کہ وہ ہوئے تجھے جلوہ فرما
 یہ سن کے خیر و پکار آٹھا سنا یادوں کہ حرمین آقا
 پھر آئے تلون کا پادوں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن کچھ تھے

ہر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا	فراق کے درد غم کھلا	ایسا کچھ ایسا چلن والا	قدم پر گر کر کے دل منجھلا
خدا پروردگار شاہ دلا	تو خوب رمان ال بکالا	تجھ کا تھا مجھ سے کوثر اعلیٰ	گری تھی سجدہ میں ہم دلا
وہ انکھیں قلمی سحر با تھا ہر گرد قربان خوب تھے			
فروغ حسن خجستہ آئین	ترقیان سے ایسی پائین	کرا نکھیں کی گشت چرخ دھنیا	نگاہیں تیرا نظر لائین
دو شعلیں نور کی تابان	تجلیاں نور کی دکھائیں	منیا میں کچھ عرش پر آئیں	کساری قلمیں چھلکائیں
منصور خورشید کیا جگتے ہر رخ منجھاتا دیکھتے تھے			
دراگرنے ہر دیکھی فرست	سجھکے اس وقت کو شینیت	برحالیہ بن غیبی تیری عزت	کسب داکین سوم تخت
کوئی سنا آتشا و حریت	کسی کے اچھے دعاے دوست	یہی عثمان تھا کہ کیا حسرت	یہ خردہ لایا کہ سببے نصرت
تھاری خاطر کشادہ بین جو حکیم پر بند راستے تھے			
یہ ہے بہت حصول مقصد	خدا ہے خود خواستگار آمد	وصال کی شوق ہے جو جھجھ	تو حکم چمکے ہو کہ
حساب ہے ایک کہ ہے کہ	کہ جلد آئے سنت ہو تیر	یہ جہلے محفل قریب ہوا احمد	قریب آسے و رنج
نثار جان یہ کیا صدا تھی یہ کیا نغمہ تھی یہ کیا نغمہ تھے			
کبھی ہے مقصود پرورداری	کبھی ہے یہ جد کی بے حجابی	کسی کو حسرت رہی تھا کی	کسی سے اظہار خودمانی
نئی ادھر جگہ کمالی	بین تیری زیر گمان زانی	تبارک اللہ شان تیری	تجھ ہی کو زیبا ہے بنیادی
کہیں تو وہ جوش کن ترقی، کہیں تھا شے وصال کے تھے			
نہ کہیں کچھ دیکھے بجائے	وہن کی تمہارے لگا بے	نہ طبیعت کو دل منجھلا	کہ اب سمان بخودی شہرے
دماغ ہوش کو اس لائے	قیاس اوہام کو بھلائے	خوارے کہ وہ کہہ چکا لے	گمان سے گزرے گزیرے
پسے بین بان و جنت کو لے کسے بتائے کہ مر گئے تھے			

زمین کمان تھی ساکمان تھا	بتائیں کیا راستہ کمان تھا	وہ رہبر و روزگار کمان تھا	کمان سے آیا گیا کمان تھا
وہ ان کسی کا پتا کمان تھا	سوائے حق ماسوا کمان تھا	سوائے حق ماسوا کمان تھا	نشان کف و ملک کمان تھا
نکوئی ساتھی نہ کوئی راہی نہ سنگ منزل نہ مرطی تھے			
اُدھر سے شان کرم دکھانا	اُدھر سے سیر بندگی بھگانا	اُدھر سے پیغام طاعت پانا	اُدھر سے شہنا و صفت سنانا
اُدھر سے تمہیں کا ہونا	اُدھر سے لفظ و ادب سے ہونا	اُدھر سے پیغم قضا سے آنا	اُدھر سے تھا شکل قدم چھانا
بھلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و حریت بھارت تھے			
نہ ایسی حالت ہو دلکو بکے	نہ اتنی جرات کہ پانون اٹھتے	اگر ٹھہرتے تو کیوں ٹھہرتے	جو آگے بڑھتے تو کیا ہی بڑھتے
بڑھائی بہت جو شوق دل نے	تو شاہ و والا کچھ اور آگے	بڑھے تو لیکن جھپکتے ڈرتے	جیسے جھپکتے وہ بے رکتے
جو قربان میں کن و شوق رکھتے، تو لا کون منزل کا حاصل تھے			
جو حال رفتار کیا یہ پایا	تو اس طرف سے ہوا اشارا	یہ جذب بافت سے کام لگا	کڑے زور کشش کھایا
کمان دے بڑھنا کمان بھانا	روش میں کیونکر فرق بتا	پراگنا بڑھنا تو نام کو تھا	تھیں فعل تھا اُدھر کا
ستاروں میں ترقی افزا، دنی قدسی کے سلسلے تھے			
یہ جانا کہ کمان کا بڑھنا	سب کی قدرت کا تھا بھانا	بشر کا دنیا سے تھا یہ آنا	تو کچھ سبب ہری بھی ہوتا
وہ ان کسی شے کی تھی کمی کیا	جو آئے چاہا ہوا نیستا	ہوا نہ آخر کا ایک بجرا	تو بن جسے جو بن بھرا
اُن کی گوئی میں انکو یہ کہ فنا کے نگار تھا دیے تھے			
سماں خروئے ہی قول ہارا	حواس ہی کر گئے گستا	دماغ و دل نے بہت بھارا	نہ دے سکے یہ ذرا سنا
کمان یہ ہوش و خرد کا یاد	رسائی تک اپنی چھان را	کسے لے گھاٹ کا کنار	کہ مرے گزر کمان آمار
بھرا جو مشل قنطرار، دوپنی انکھیں سے خود چھپے تھے			

ایمان نہ کچھ فائدہ نظر ہے	نہ کام اندیشہ بشر ہے	خدا جو ایمان کا اثر دے	تو جان دل کو نثار کر دے
مذہب ہی ہمہ وقت قیاس ہے	نہ جاسے وحدت ذاتی سے بھر	مجھے جو قصر ذاتی کے پر دے	کوئی خبر دے تو کیا فیروز دے
			کہ وہ ان تو جہاں نینوں کی
			نہ کہ کہ وہ بھی نہ تھے اسے تھے
دو رنگ کیانی نے بنایا	کہ ماسوا کا نشان اڑایا	یگانگی نے اثر دکھایا	تفاوت جزو کل مٹایا
بہار وحدت گل کھلایا	کہ فرع کو حاصل میں ملایا	وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا	کہ غنچہ سو گل کا فرق اٹھایا
			کہ وہ میں لکھوں کے باغ پھولے
			ہلکوں کے گلے لگے ہوئے تھے
جو قریب تو سین کی تھی قریا	سب سے لیں اس میں مگر عاقل	کہ قوس زیب لیے مقابل	تو بن گیا اہل محیط کامل
ہوے جو باطل نقاب چھل	تو چرخ میں کچھ رہا نہ حاکم	محیط و مرکز میں فرق شکل	ہے نہ فاصل خطوط واصل
			کہ ان میں حیرت میں سر جکائے
			عجب چکر میں اُسے تھے
اُدھر سے ہر دم خطاب ہو	ترقی یہ بار بار کرتے	ترقیوں میں حجاب کھلتے	مرے تھے ہر پردہ میں ترا
وہ دفعتاً جلوہ کیا دکھاتے	کہ شوق میں تھے حیا کھلتے	حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے	ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
			عجب گھڑی تھی کہ یوں زور تے
			بہرے کچھ بے گلے ملے تھے
پڑھی ہوئی سین عطا کی رہی	بڑھی ہوئی تھیں کہ مر رہی	اشارہ یہ تھا نہ میں جو بن	پسین پلا میں تھیں چاہا بن
وہ ان سے ستر پیا عطا بن	ایمان ابھی تو نہیں تھیں بن	زبان میں کئی کھلے موجد بن	رٹ پڑ تھیں کہ پانی پاز بن
			ہمہ روز وضع تنگی تھا کہ ملتے
			آکھوں میں پگھلے تھے
وہی ہے سب کا فیصلہ	وہی ہے سب پر تقدیر و قاد	اُسی سے ہے ہر بندہ نوا	اُسی پر ہیں منتہی اوم
وہی ہے ظاہر و باطن	وہی ہے منظور و مبطل	وہی ہے اول ہی ہے آخر	وہی ہے باطن ہی ہے ظاہر
			اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُسکی طرف گئے تھے

حواس اپنے دست کرلو	پڑے ہو چکر میں اس سے نکلو	بنوہ اول منجھل کے دیکھو	ایسے حقیقت میں ایک پادشاہ
تھام تو سین کو تو سوچو	بنوہ اس دائرے کو سمجھو	اکان امکان کے جو تھے غلطو	تم اول آخر کے پھیر میں
			محیط کی چال سے تو پوچھو کہ حیرت آنے کہہ گئے تھے
اُدھر سے ہر بار التجا میں	یہ کہ کہ اُمت کو بخشو الین	اُدھر سے لطف گرم کی باتیں	کہ جتنے چاہو ہم اتنے بخشیں
اُدھر سے طاعت کی بخشش دینا	اُدھر سے بخشش گرم عطا دینا	اُدھر سے تعین پر شہ نمازین	اُدھر سے انعام شری میں
			سلام و حریت کے ہار گندھکرا گلوے پر نور میں پڑے تھے
ایمان بے مجبور حقل پر بن	نہ راہ رفتن تھے ماندن	کہ ان بولے خیال روشن	اٹھائے اُس گمان کی طہن
سنائے سنتے کا جوق تھا بن	ابھی وہ تھے نظر بند تھن	زبان کو انتظا رکھن	تو گوش کو حسرت شنیدن
			ایمان جو کہنا تھا کہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے
وہ ان سے پایا جو کچھ اشارا	اُدھر سے فصاحت ہو اوہ پیا	خوشی سے کرتا چلا نظارا	خدا کی کارخانہ سازا
یہ عرض خودوں نے کی خدا	وہ کہ کہ کچھ گھر مہار	وہ بیج بطن کا ماد پارا	بہشت کی سیر کو سدھارا
			چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اس قمر کے قدم گئے تھے
جنان کی تقدیر غوث حلی	بڑھی تھی وہ جوشش تجلی	کہ شہرستان بنی تھی ساری	چمکتی تھی ایک ایک گباری
وہ نور کی چاندنی تھی چمکی	جو اس سے پہلے کہیں نہ دیکھی	مُروہ قدم کی روشنی تھی	کہ تابشوں سے نہرِ غب کی
			جنان کے گلبن تھے جھاڑی جو پھول تھے وہ کنون نے تھے
ہمارا حکم تھا اُدیکے	مراد شبنم ذرا چلکے	نیرم کسی تھی بس میکے	ضبا کا ارشاد تھا میکے
یہ شوہر حسرت کا آب نہریکے	وہ زور حیرت کہ نہوہی کیے	طرب کی نازش کہ ان چلکے	اُدبہ بندش کہ بل کیے
			یہ جوش خندین تھا کہ پڑے کش کش تار کے تلے تھے

بدرج قرب سے بھی بڑھے	خدا ہی جانے کہاں پہنچے	ازل سے اٹھے نہ تھے جو رہے	وہ جلو حق کے کرم سے دیکھے
ہر کسی ہی میت کا کوئی باب	کر گئے بھی پلٹ بھی آئے	خدا کی قدرت کہ چاند حق کے	کہہ دوں منزل میں کہ کہ جلو
		ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بلی	کہ نور کے ترے آ لیے تھے
آثر نے کی جو نثار و مدحت	حضور دیکھیں بخشیم رحمت	صلی علیہ دو جہان کی دولت	رب نہ پھر اس کو کوئی حاجت
بدائے جس سے فیض بند	اُدھر بھی کوئی نگاہ رافت	نبی رحمت شفیق مع امت	رضا پر لبتہ ہو عنایت
		اُسے بھی اُن خلعتوں سے حصہ	جو فاضل حجت وان بٹے تھے
یہاں نہ طاعت نہ زہد و تقویٰ	یہی وسیلہ ہے مغفرت کا	کہ ہے ناگوئی شیوہ اپنا	اسی سبب لکھا ہے خسر
مرا وہ نعت شاہ والا	غرض نہیں شاعری کے اصلا	شنا ہے سرکار ہے ظیفہ	قبول سرکار ہے تمنا
		نہ شاعری کی ہو سن پر واء	زوی تھی کیا کیسے قافیہ تھے

